بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر علم نفسیات

برائے اساتذۂ مکاتب و مدارس

دوسرا ایڈیشن

ماہِ ذی القعدۃ الحرام ۱۴۳۷؁ھ مطابق ماہِ اگست ۲۰۱۶؁ء

DEENIYAT

مرتب
اہم چیریٹیبل ٹرسٹ
ادارۂ دینیات

Compiler
Ahem Charitable Trust
IDAAR-E-DEENIYAT

249, Bellasis Road, Near Mumbai Central, Mumbai 400008.
Tel.:022 23051111 - Fax : 022 23051144
Email : info@deeniyat.com - Website : www.deeniyat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ ! يَا خَيْرَ مَأْمُوْلٍ، وَاَكْرَمَ مَسْئُوْلٍ، عَلٰى مَا عَلَّمْتَنَا مِنْ عِلْمِ النَّفْسِ الْاُصُوْلَ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا عَلٰى آخِرِ النَّبِيِّ الرَّسُوْلِ، وَعَلٰى اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَجَابُوْا دَعْوَتَهٗ اَوَّلًا تَلَقِّيًا بِالْقَبُوْلِ،

اَمَّا بَعْدُ ! قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ ۱؎ [سورۂ بقرہ:۹]

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ ۲؎ [سورۂ یوسف:۵۳]

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ ۳؎ [سورۂ بنی اسرائیل:۲۵]

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۲۱ ۴؎ [ذاریات:۲۱]

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لنَّبِيِّ ﷺ : اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ ۵؎ [ترمذی:۱۶۲۱]

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ۶؎ [ترمذی:۲۴۵۹]

نہنگ واژدھا وشیر نر مارا تو کیا مارا　　بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

---

① وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور (حقیقت میں) وہ اپنے کو دھوکہ دے رہے، لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔

② اور میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے۔ واقعہ یہ کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا ہے۔

③ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔

④ اور خود تمہارے اپنے وجود میں بھی (نشانیاں ہیں)! کیا پھر بھی تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

⑤ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

⑥ شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: عقل مند شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع بنالے اور مرنے کے بعد کے لیے تیاری کرے۔

علم نفسیات آج کے تعلیمی میدان میں تزکیۂ نفس کا جدید نام ہے، ہمارے اسلاف کے یہاں معمول تھا کہ طلباء تکمیل علوم کے بعد تزکیہ نفوس کے لئے خانقاہوں اور زاویات کا رخ کرتے تھے۔ اپنے نفس کی اصلاح اور اس کی کمزوریوں کو دور کرنے کے ساتھ اصلاح معاشرہ، تعلیم و تعلم کی حکمتِ عملی عملاً سیکھتے تھے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہو کر امت میں اشاعتِ علومِ دین میں لگ جاتے ،لیکن اس عجلت پسندی کے دور میں اب تزکیہ نفس سے بے التفاتی بڑھتی جارہی ہے۔ عام طور پر مدارس سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس، وعظ و نصحت کی مسند پر متمکن ہونے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔جس کی وجہ سے نوخیز عالم بسا اوقات خود نفسیاتی بیماری میں گرفتار ہوتا ہے، اور بعض مرتبہ نفسیاتی امراض کو عام کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ مختصر رسالہ مدرسہ ومکتب میں پڑھانے والے اساتذہ کے لئے ،اس لئے تحریر کیا گیا ہے تا کہ اس کے مطالعہ سے علم نفسیات سے کچھ واقفیت ہو جائے اور تعلیم و تربیت میں اس کو بروئے کار لائیں ،اس علم میں مزید مہارت حاصل کرنے میں اور اس مضمون کی دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنے میں یہ مختصر رسالہ مہمیز کا کام دے۔

ہم قارئین کے مشورہ کے متمنی ہیں اور دعا ہے کہ اللہ تعالی اس ادنی سی کوشش کو قبول فرمائے اور مقبول عام بنائے ،آمین۔

سبق-۱: علم نفسیات

تعریف: علم نفسیات مختلف حیوانی وانسانی فطرت وعادات اور جذبات کا علم ہے۔

موضوع : اصلاح معاشرہ ،تعلیم وتربیت ،تجارت وکاروبار ، علاج ومعالجہ ، حکومت وسیادت، جنگ وجدال وغیرہ تقریباً ہر میدان زندگی میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔

تعلیم وتربیت میں فوائد:

① طلباء کی نفسیات کے مطالعہ سے تعلیم وتربیت میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

② اس کے مطالعہ سے استاد طلباء میں محبوب ومقبول بنتا ہے،جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء اس کے حکم کو بصد خوشی بجالاتے ہیں۔

③ نفسیات سے واقف استاد بچوں میں مدرسہ آنے اور علم سیکھنے کی رغبت پیدا کرسکتا ہے۔

④ علم نفسیات سے واقف استاد خشک سے خشک مضمون کو دلچسپ بنا کر طلباء کے سامنے پیش کرسکتا ہے۔

⑤ مقولہ مشہور ہے''جبل گردد جبلت نہ گردد'' نفسیات کا ماہر شخص انسان کی بُری جبلت کا ازالہ نہیں کرتا بلکہ وہ اس کا امالہ اچھے کام کی طرف کر دیتا ہے۔چنانچہ نفسیات سے واقف استاد شریر بچوں کی اصلاح اچھی طرح کرسکتا ہے۔

⑥ نفسیات کا ماہر استاد مار پیٹ کے بغیر طلباء پر اپنا وقار قائم کرسکتا ہے۔

⑦ نفسیات کا ماہر استاد بچوں کو نظم ونسق کا عادی بنا سکتا ہے۔اور ان میں تنظیمی صلاحیت پیدا کرسکتا ہے۔

علم نفسیات سے ناواقفیت کے نقصانات:

① علم نفسیات سے ناواقف استاد طلباء میں تعلیم حاصل کرنے کی رغبت کو ختم کردیتا ہے۔ جیسے سبق یاد نہ کرنے پر اتنی پٹائی کرے کہ بچے کا دل پڑھنے سے ہٹ جائے۔

② علم نفسیات سے ناواقف استاد بچوں میں مجرمانہ ذہنیت پیدا کردیتا ہے۔ جیسے کوئی استاد کسی بچے کو برے القاب (غنڈا، ڈاکو وغیرہ) سے پکارے تو چند دنوں بعد اس بچے میں اسی طرح کی ذہنیت پیدا ہوجاتی ہے۔

③ علم نفسیات سے ناواقف استاد سے بچے پریشان رہتے ہیں، اس کی پیٹھ پیچھے غیبت کرتے ہیں۔

④ علم نفسیات سے ناواقف استاد کا ادب واحترام بچے دل سے نہیں کرتے، اسی لئے مکتب ومدرسہ سے نکلنے کے بعد وہ استاد کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے، کوئی تعلق ہی نہیں رکھتے ہیں۔

⑤ علم نفسیات سے ناواقف استاد سے بچوں میں احساس کمتری اور احساس کہتری جیسے نفسیاتی مرض پیدا ہوتے ہیں۔ ذہین بچہ بھی اپنے کو کند ذہن سمجھنے لگتا ہے۔

غرض علم نفسیات کو بروئے کار نہ لانے پر مزید اور بھی نقصانات ہوسکتے ہیں۔

سبق-۲: سیرت نبی ﷺ میں علم نفسیات کا درس

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' [ابن ماجہ رقم: ۲۲۹،عن ابن عمر رضی اللہ عنہما]

ترجمہ: میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لئے نبی بنا کر بھیجا تو ایک نبی کو جس سوجھ بوجھ اور علم وحکمت کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کچھ عطا فرمایا، اسی لئے آپ ﷺ انسانوں کی نفسیات سے خوب واقف تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں، جو انسانی نفسیات پر آپ ﷺ کی مہارت کی مثال ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے چند کا مطالعہ کرتے ہیں۔

① آج تعلیمی درسگاہوں میں بچوں کو مانوس کرنے کے لئے بچوں سے کانسلنگ (Counselling) کی جاتی ہے، ان کی دلچسپی کی باتیں کی جاتی ہیں، جس سے بچے اور استاد کے درمیان اجنبیت ختم ہوجاتی ہے، حضور ﷺ کی سیرت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ آپ جب بچوں کے پاس سے گذرتے تو خود ہی پہلے سلام کرتے اور ان سے دلچسپی کی باتیں کرتے، ایک صحابی ابو عمیر رضی اللہ عنہ ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں وہ بچے تھے، انھوں نے ایک پرندہ پالا تھا، حضور ﷺ ان سے اس پرندہ کی خیریت پوچھتے تھے، '' نغیر '' چھوٹے پرندہ کو کہتے ہیں، جب وہ پرندہ مر گیا تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ''یَا اَبَا عُمَیْرُ! مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ؟''، ترجمہ: اے ابو عمیر! چھوٹے پرندے کا کیا ہوا؟ (یعنی مر گیا)۔ [ابوداؤد رقم: ۴۹۶۹]

② آپ ﷺ سے لوگ اتنا مانوس تھے کہ ایک نوجوان آ کر حضرت رسول اللہ ﷺ سے زنا کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ آپ ﷺ بھی کیسے نفسیات کو پرکھنے والے

اور نفسیاتی علاج کرنے والے تھے کہ نہ آپ ﷺ غصہ ہوئے نہ ڈانٹا کہ کیسا بے ہودہ سوال کرتے ہو؟ شرم نہیں آتی تم کو!، بلکہ شفقت سے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی زنا کرے، اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرے بھی یہ نہیں چاہتے۔ اسی طرح اس کی خالہ، بہن اور بیٹی کی مثال دے کر اس کے لئے دعا کی، اللہ نے اس کے دل میں زنا کے فعل کی ایسی نفرت ڈالی کہ اس کے بعد اس کے نزدیک زنا سے بڑھ کر کوئی بڑا گناہ نہ تھا۔

حضور ﷺ کی معلّمانہ شان یہ تھی کہ ہر طالب دین یہ سمجھتا تھا کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

③ ایک سفر میں حُدی خواں مستورات کے اونٹوں کو تیز لے کر چلے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان (ہودجوں) میں شیشہ کے برتن ہیں، اونٹوں کو آہستہ لے کر چلو۔

[بخاری:٦١٦١]

④ كَانَ اِذَا خَلَا بِنِسَائِهِ اَلْيَنَ النَّاسِ وَأَكْرَمَ النَّاسِ ضَحَّاكًا بَسَّامًا۔

[طبقات لابن سعد: ٦/ ٣٦٥]

ترجمہ: جب آپ اپنی بیبیوں کے ساتھ ہوتے تو بہت زیادہ نرم دل بہت خوش اخلاق خوب ہنستے اور مسکراتے۔ [طبقات لابن سعد ٦/ ٣٦٥]

⑤ حضرت مقداد فرماتے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سونے والا بیدار نہ ہوتا اور بیدار شخص سن لیتا۔ [مسلم: ٥٤٨٣]

⑥ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دس سال تک خادم خاص رہے، مگر رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کام کا حکم براہ راست نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کام کی ترغیب دیتے یا اس کی خواہش کا اظہار فرماتے۔ جس کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ باوجود

بچہ ہونے کے اس کام کے کرنے کو بوجھ محسوس نہیں کرتے ، جیسے عام طور پر چھوٹے بچوں کو کوئی کام حکماً کہا جائے تو ان کے اندر کی ضدی طبیعت جاگ اٹھتی ہے۔اس کے برخلاف ترغیب دی جائے تو وہی کام فوراً کر گذرتے ہیں اور اس کام میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ایک روز مجھے کسی کام کے لیے بھیجا تو میں نے کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ تھا کہ میں اس کام کے لیے جاؤں گا جس کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نکلا اور بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس پہونچا تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر میری گردن پیچھے سے پکڑ لی میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیارے انس!تم وہاں گئے جہاں میں نے بھیجا تھا۔حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہ میں ابھی جاتا ہوں۔ [مسلم:٦١٥٥]

شاگردوں کو غلطی کا احساس ہو جائے تو اصلاح کے لئے کافی ہے، ڈانٹ پھٹکار، مار پیٹ سے کئی نقصانات ہوتے ہیں، جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ مار پیٹ کے عنوان کے تحت آئے گا۔

حدیث شریف سے علم نفسیات کے چند اصول

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسیاتی اصول بھی سکھائے ہیں جیسے:

① "اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" [ابوداود: ٤٨٤٢، عن عائشہ رضی اللہ عنہا]

ترجمہ: لوگوں کے رتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ان کا لحاظ کرو۔

فائدہ: حضور ﷺ کے پاس ایک لباس تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھا رہتا تھا جب کوئی وفد آتا، یا کسی بادشاہ کی طرف سے ایلچی آتا تو آپ ﷺ وہ لبادہ زیب تن فرماتے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن شیمہ جب آپ ﷺ سے ملنے آئیں تو آپ ﷺ نے پرتپاک استقبال فرمایا اور اپنی چادر ان کے بیٹھنے کے لئے بچھادی۔

② "اُمِرْنَا اَنْ نَتَکَلَّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ" [کنز العمال: ۲۹۲۸۲ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما]

ترجمہ: ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ لوگوں سے ان کی عقل کے معیار کے مطابق بات کرو۔

فائدہ: ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کی خدمت میں آکر مسئلہ معلوم کیا، مگر دیہات کی عربی زبان میں سوال کیا: "أَمِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ"

ترجمہ: کیا سفر میں روزہ رکھنا نیکی ہے، تو حضور ﷺ نے بھی اسی دیہاتی لہجہ میں جواب دیا اور فرمایا: "لَیْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ" ترجمہ: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ [مسند احمد: ۲۳۶۷۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ" [بخاری: ۱۲۷]

ترجمہ: لوگوں سے وہی بات کرو جسے وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور رسول کو جھٹلایا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِیْثًا لَا تَبْلُغُهٗ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا کَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ" [مسلم: ۱۴]

ترجمہ: کسی قوم کے سامنے ایسی بات مت کرو جو وہ نہ سمجھیں ورنہ وہ بات فتنہ بن جائے گی۔

فائدہ: نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "طالب علم کے سامنے ایسی بات نہ کی جائے جس کے وہ اہل نہ ہوں ورنہ نقصان ہوگا، استاذ کو چاہئے کہ ہر کتاب کا خلاصہ بیان کردے اور نئے مضامین پر بھی ان کو مطلع کردے بل کہ ان کو لکھوادیا کرے تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو"۔ "**یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا**" ترجمہ: آسان کرو مشکل نہ بناؤ۔

[حلیۃ الاولیاء ۹/۱۴۴، بحوالہ مثالی استاد اول]

(۳) "**لَا تَغْضَبْ**" ترجمہ: غصہ نہ کیا کرو۔ [بخاری: ۶۱۱۶ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ]

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ جب آدمی کو غصہ آتا ہے تو اس وقت عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ غصہ میں ایک آدمی ایسی باتیں کرتا ہے یا ایسا کام کر بیٹھتا ہے کہ غصہ ختم ہونے کے بعد اس کو افسوس و پچھتاوا ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ عقل سے کام لے اور غصہ پر قابو پائے، حلیم بننے کی کوشش کرے۔

(۴) "**یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا**" [بخاری: ۳۰۳۸]

ترجمہ: آسان کرو مشکل نہ بناؤ، خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ، ایک دوسرے کی بات مانو آپس میں اختلاف نہ کرو۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپس میں کام کرنے کے تین اصول بیان فرمائے ہیں۔

الف: کام لینے کے لئے کام کو آسان بنا کر پیش کیا جائے، استاد طلباء کے سامنے مشکل سے مشکل سبق اگر آسان بنا کر پیش کرے، یا طلباء سے کہے کہ سبق بہت آسان ہے، تو طلباء بھی اس سبق آسان سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کے برخلاف آسان سبق کو اگر استاد کہے کہ یہ سبق بہت مشکل ہے تو طلباء کے نفسیات پر اثر پڑے گا اور وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ سبق بہت مشکل ہے۔

ب: کام لینے والا اگر انعام دینے یا کچھ کھلانے کی خوشخبری سناتا ہے تو ماتحت بھی خوش دلی سے مشکل سے مشکل کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر کام نہ کرنے پر وعید یا سزا سناتا ہے تو ماتحت کام کرتے ہیں لیکن بددلی کے ساتھ۔

استاد سبق یاد کرنے پر طلباء کو انعام کے طور پر کچھ دیتا ہے تو سارے طلباء خوب دلچسپی سے پڑھتے ہیں، اور اگر کوئی استاد سبق یاد نہ کرنے والے طلباء کو سزا دیتا ہے تو پڑھنے والا طالب علم بھی بڑی بددلی سے استاد کی مار کے خوف میں سبق یاد کرتا ہے۔

ج: تیسری بات یہ فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کی بات مانا کرو، اختلاف سے بچو، اس لئے کہ اگر کسی جماعت یا گروہ میں اختلاف ہوتا ہے تو کام میں بڑی رکاوٹ آتی ہے۔ ہاں! رائے کا اختلاف ہونا بُرا نہیں، مشورہ سے کسی ایک رائے پر اتفاق کرلیا جاتا ہے۔ لیکن اختلاف رائے پر جمے رہنا کام کو بگاڑ دیتا ہے۔ اس لئے اساتذہ اور ذمہ دار آپس میں مشورہ کر کے اختلاف رائے کو ختم کرلیا کریں۔ بعض مرتبہ اختلاف رائے کی وجہ سے آپس میں رنجش ہو جاتی ہے۔ جو بغض، غیبت، کینہ وغیرہ جیسی کئی طرح کی نفسیاتی بیماری پیدا کرتی ہے۔

سبق-۳: خود آگاہی

بچوں کی نفسیات سے قبل استاد کی خود اپنی نفسیات سے واقفیت خود آگاہی کہلاتا ہے۔

بچوں کی نفسیات سے قبل استاد اپنی نفسیات سے واقف ہو، اس کے لئے اپنی نفسیات کا خود مطالعہ کرنا یا کسی سے اپنی نفسیات کا مطالعہ کروانا۔ مندرجہ ذیل چار نکات سے نفسیاتی مطالعہ کرے۔

① سیرت ② کارکردگی ③ اخلاق ④ وضع قطع

① سیرت:

عام طور پر سیرت نگاری میں زندگی کے حالات بیان کئے جاتے ہیں، لیکن نفسیات کے مضمون میں سیرت سے مراد کسی شخص کے مزاج، جذبات، انداز گفتگو وغیرہ کا مطالعہ کرنا، اور کمزوریوں کو دور کرنا، اچھائیوں کو بڑھانا۔

وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے ‏ ‏ ‏ تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن

ایک استاد کو سب سے پہلے اپنے مزاج کا مطالعہ کرنا چاہئے، اسے یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کو جلد غصہ تو نہیں آتا ہے، اگر اس کا مزاج سخت و گرم ہے تو یہ تعلیم و تربیت میں نقصاندہ ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کے مزاج کی تعریف فرماتے ہوئے کلام پاک میں فرمایا:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ [سورہ آل عمران:۱۵۹]

ترجمہ: اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ (صحابہ) تمہارے قریب جمع نہ ہوتے۔

اس لئے ایک استاد کو اور خاص طور پر مدارس اور مکاتب کے استاد کو سخت مزاجی و گرم مزاجی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ خود کو بتکلّف خوش مزاج بنانا چاہئے، حدیث پاک میں غصہ کو قابو میں کرنے کا جو طریقے بتائے گئے ہیں اسے اختیار کرنا چاہئے، یہ سوچنا چاہئے کہ ایک طبیب مریض کے علاج کے وقت اس پر خفا نہیں ہوتا اسی طرح ہم ان طلباء کے طبیب ہیں، ہمیں ان پر غصہ نہیں ہونا چاہئے، ایک ہے غصہ ہونا، دوسرا ہے غصہ کا اظہار کرنا، اگر کوئی

کسی پر غصہ ہوتا ہے تو اس کو اپنے نفس پر قابو نہیں ہوتا ہے، جب مارتا ہے تو بے تحاشہ مارتا ہے، جس سے بچوں کو جسمانی نقصان پہونچتا ہے، بعض بچے ایسی مار سے تعلیم ترک کر دیتے ہیں، لیکن کبھی کبھی تربیت میں غصہ کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں حضور ﷺ کے اظہار غصہ کے واقعات ملتے ہیں، جن میں لوگوں کی تربیت مقصود ہوتی تھی۔ جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے پر حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھی مرارہ ابن ربیع اور ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے غصہ کا اظہار فرمایا۔ [مسلم رقم: ۷۱۹۲]

ایک استاد کو اپنے جذبات پر بھی قابو کرنا چاہئے۔ اگر جذبات پر قابو نہیں ہوگا تو ہوسکتا ہے کہ لالچ کے جذبات کی وجہ سے امیر گھرانے کے طلباء کی طرف میلان زیادہ ہوگا، جس کی وجہ سے غریب گھرانے کے بچوں کو یہ محسوس ہوگا کہ استاد ہم پر توجہ نہیں کرتے ہیں، اس وجہ سے تعلیم سے ان کی رغبت کم ہوجائے گی۔

اسی طرح غریب بچوں پر مہربانی کے جذبات اتنے زیادہ نہ ہوجائیں کہ امیر گھرانے کے بچے یہ محسوس کرنے لگیں کہ استاد ہم پر توجہ نہیں کرتے ہیں، اس وجہ سے تعلیم سے ان کی رغبت کم ہوجائے گی، بعض استاد طلباء کے سامنے اس طرح کہتے ہیں کہ ''امیر گھر کے بچے کہاں پڑھتے ہیں، اکثر غریب گھر کے بچے ہی پڑھ کر بڑے آدمی بنتے ہیں''۔ اس طرح کے جملے امیر گھرانے کے بچوں میں تعلیم کی نفرت پیدا کر دیتے ہیں۔

بعض مرتبہ استاذ میں حسن پرستی کے جذبات ابھرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ خوبصورت بچوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس سے بہت سی اخلاقی برائیاں وجود میں آتی ہیں، جو استاذ کے کردار کو خراب کرتی ہیں اور اس کے برے اثرات طلبہ پر بھی پڑتے ہیں، اس لئے ایک اچھے معلم کو اس طرح کے جذبات پر قابو پانا چاہئے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریّا می رود دیوار کج

اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھے گا تو اگر وہ کوئی عمارت ثریا ستارہ تک بھی بنائے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی سیدھی نہیں ہوگی۔

مکتب کا استاد بچہ کی شخصیت تعمیر کرنے کے لئے خشت اول رکھ کر بنیاد بناتا ہے، بنیاد رکھنے میں خامیاں اور کمزوریاں ہوں گی تو آخر عمر تک وہ باقی رہتی ہیں۔ اس لئے مکتب کے استاد کو بنسبت مدرسے اور جامعات کے استاد سے زیادہ فکرمند اور محنتی ہونا چاہئے۔

② کارکردگی:

مکتب کے معیار کو بلند کرنے کے لئے استاد کو اپنی کارکردگی بہتر بنانا ہوگا، اگر کارکردگی میں کمی ہوگی تو تعلیمی معیار گھٹے گا، اس لئے ایک استاد کو اپنی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کی پابندی کرنا چاہئے۔

① **وقت کی پابندی:** اگر استاد وقت کی پابندی نہیں کرے گا تو طلباء بھی نہیں کریں گے۔

② **فکرمند ہونا:** اگر استاد سست اور بے فکر ہوگا تو بچے بھی پڑھنے میں سست اور بے فکر ہوں گے۔

③ **مقدار خواندگی:** نصاب مکمل کرنے کے لئے مقررہ مقدار خواندگی کے مطابق سبق پڑھایا جائے۔ اس طرح تعلیمی کارکردگی صحیح ہوگی۔

④ **امتحان:** ہر ماہ استاد جائزہ لیتا رہے تو ششماہی امتحان اور سالانہ امتحان میں طلباء کا نتیجہ اچھا آئے گا۔

③ اخلاق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ“

[ابوداؤد: ۴۷۹۹، عن ابی درداء رضی اللہ عنہ]

ترجمہ: میزان میں خوش اخلاقی سے بہتر کوئی چیز زیادہ وزنی نہیں“۔

اچھا برا نہ کہہ دو، تم ظاہری بنا پر
اخلاق اس کے دیکھو، اصلی تو یہ ہے جوہر

ہر مکتب کے استاد کو بہت با اخلاق ہونا چاہیے اس لئے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے اگر بداخلاقی کرے گا جیسے گالی دینا تو طلباء بھی اس کی نقل میں بداخلاق بن جائیں گے۔غیبت، گالی گلوچ، بدتمیزی کو وہ برا نہیں سمجھیں گے۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْاِلْتِيَامُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

ترجمہ: نیزہ سے لگے ہوئے زخم بھر جایا کرتے ہیں، لیکن زبان سے لگے ہوئے زخم بھرا نہیں کرتے۔

معلم کو چاہئے کہ اپنے اخلاق کا مطالعہ خود کرے یا کروائے۔ با اخلاق بننے کے لئے مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر پیدا کرے۔

(الف) شیریں کلام: معلم کو چاہئے کہ ہر ایک سے نرم اور میٹھی گفتگو کرے، تلخ گفتگو اور گالی گلوچ سے پرہیز کرے۔

''شیریں کلام یہ مسرت کے پھول ہیں'' ''موتی بے مثال وہ محبت کے مول ہیں''

انسان کے اخلاق کے معیار کو پرکھنے کے لئے اس کی زبان ایک اہم آلہ ہے جس کے ذریعہ انسان کا با اخلاق ہونا یا بداخلاق ہونا ظاہر ہوتا ہے۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ''

[ترمذی:۱۹۷۷ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت کرتا ہے، نہ بے حیائی کی بات کرتا ہے، نہ گالی بکتا ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے امت کو برے اخلاق سے بچنے کی دعا سکھائی ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ'' [ترمذی:۳۵۹۱]

ترجمہ: اے اللہ! برے اخلاق اور برے اعمال کرنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اس لئے خاص طور سے اساتذہ کو یہ دعا ہر نماز کے بعد مانگنا چاہئے۔ ان شاء اللہ اس کا بہت فائدہ ہوگا۔

اسلام نے غیبت کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے، غیبت کے اس مرض سے استاذ کو خاص طور سے بچنا چاہیے اس لئے کہ غیبت کا مرض خارش کی طرح متعدی مرض ہے، غیبت کرنے والے کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی غیبت کا عادی ہوجاتا ہے، طلباء کو اس مرض سے بچانے کے لئے استاذ کو چاہئے کہ وہ غیبت سے خوب بچے، بعض مدرسوں میں اساتذہ طلباء کے سامنے دوسرے استاذ کی برائی کرتے ہیں اس سے طلباء کے اخلاق بہت خراب ہوجاتے ہیں، اور ایسے مدرسوں میں اکثر فتنے برپا ہوتے رہتے ہیں، اور وہ مدرسہ ترقی کے بجائے تنزلی کرنے لگتا ہے۔

غیبت سے بچنے کا آسان طریقہ:

(۱) جب کوئی ہمارے سامنے کسی کی غیبت کرے تو اس کو صاف منع کردے کہ غیبت نہ کرو، اگر اس (صاف منع کرنے) کی ہمت نہیں تو اس جگہ سے ہٹ جانا چاہئے۔

(۲) اگر خود سے کسی کی غیبت ہوجائے تو اس کو کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کرنا چاہئے اور اس سے صاف طور سے بتادے کہ مجھ سے تمہاری غیبت ہوگئی ہے، مجھے معاف کردو، جب ایک مرتبہ کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا تو آئندہ نفس خود ہی غیبت سے پرہیز کرے گا۔

(۳) اگر یہ اطلاع ملے کہ فلاں آدمی تمہاری غیبت کرتا ہے، تو اس کی غیبت کرنے کے بجائے اطلاع دینے والے سے خود ہی کہے کہ میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کردینا کہ تمہارے اعمال کا تحفہ مجھے ملا، اور جب اس سے خود ہی ملاقات ہو تو اس سے بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور غیبت کا شکریہ ادا کرے کہ آپ نے غیبت کر کے مجھے اپنے ثواب کا تحفہ دیا۔

(۴) غیبت کرنے والے اکثر اپنے ہی ہوتے ہیں، ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جن پر ہمارے احسانات ہوتے ہیں، وہی ہماری بدگوئی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، ایسے موقع پر ہم اپنے احسانات جتا کر اجر وثواب کو ضائع نہ کریں، بلکہ ''وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا'' [سورۂ نور:۲۲]

(معاف کریں اور درگذر کریں) پر عمل کرتے ہوئے درگذر اور معافی کا معاملہ کریں اور احسان کرنا نہ چھوڑیں۔

(ب) رحم دلی: معلم کے اندر رحم دلی کا جذبہ پیدا ہوگا تو وہ ہر بچہ کے مستقبل کی فکر کرے گا یہاں تک کے مدرسہ میں نہ آنے والے بچوں کو جب دیکھے گا تو اس کے دل میں ان کی بھی ہمدردی اور مستقبل کی فکر آئے گی اور موقع نکال کر ان کے والدین سے مل کر انھیں ان کی دینی تعلیم کی ترغیب دے گا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''واللہ! طالب علم اگر ہمارے پاس نہیں آئیں گے تو ہم خود ان کے پاس جا کر ان کو علم سکھائیں گے''۔ [جامع بیان العلم وفضلہ: ۱۴۲]

(ج) بردباری: اگر معلم حلیم اور بردبار ہو تو وہ نہ صرف بچوں کا دل جیت لے گا بلکہ محلہ کے لوگوں کا بھی محبوب بن جائے گا۔ اس لئے اپنے اندر حلم کو تلاش کرے، اگر حلم کو نہ پائے بلکہ خود کو الجھنی اور غصہ ور (Short Temper) پائے تو اس کا علاج کرے۔ غصہ دور کرنے کی حکمتیں حدیث شریف میں ہیں، وہ اختیار کرے۔ غصہ سے متعلق بزرگوں کے مضامین کا مطالعہ کرے۔

إِذَا شِئْتَ أَنْ تَسُودَ عَشِيرَةً　　فَبِالْحِلْمِ سُدْ لَا بِالتَّسَرُّعِ وِالشَّتَمِ

(ترجمہ: اگر تو کسی قوم پر سرداری کرنا چاہتا ہے تو بردباری اختیار کر نہ کہ غصہ گرمی اور گالی گلوچ)

دل کی سختی اور غصہ دور کرنے کا علاج حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ: ''أَتُحِبُّ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ؟ وَتُدْرِكَ حَاجَتَكَ؟ اِرْحَمِ الْيَتِيمَ وَامْسَحْ رَأْسَهُ وَأَطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِكَ يَلِنْ قَلْبُكَ وَتُدْرِكْ حَاجَتَكَ'' [کنز العمال: ۵۹۹۹، ۳/۷۰]

ترجمہ: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو اور تمہاری ضروریات پوری ہوں (یعنی دعائیں قبول ہوں) تو یتیم پر رحم اور شفقت کرو اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرو، اسے وہ کھانا

کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، اس سے تمہارا دل نرم ہوگا اور تمہاری حاجتیں اور ضرورتیں پوری کی جائیں گی''

(د) تواضع وانکساری: جو معلم یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں محبوب ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ تواضع وانکساری اختیار کرے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے امت کو اس کا نسخہ سکھا دیا، فرمایا: '' **مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهِ صَغِيْرٌ وَفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهِ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ** '' [شعب الایمان: ۸۱۴۰]

ترجمہ: جو شخص اللہ کے لئے تواضع وانکساری اختیار کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو رفعت بخشتے ہیں، وہ اپنی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں عظیم ہوتا ہے، جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالی اس کو لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا بنا دیتے ہیں حال آں کہ وہ خود کو بڑا سمجھتا ہے، لوگوں کے نزدیک وہ ایک کتے یا سور سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: '' **تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَتَعَلَّمُوْا لَهُ الْوَقَارَ وَالسَّكِيْنَةَ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ يُعَلِّمُكُمْ عِنْدَ الْعِلْمِ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْهُ الْعِلْمَ وَلَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ** '' [شعب الایمان للبیہقی: ۱۵۹/۲]

ترجمہ: علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لئے ادب وسنجیدگی اور سکون سیکھو اور ان لوگوں کے ساتھ انکساری سے پیش آؤ جن سے تم نے علم سیکھا ہے اور ان سے بھی جن کو تم نے علم سکھایا ہے، اور متکبر وسخت دل علماء نہ بنو۔

متواضع علماء کی نشانی یہ ہے کہ اگر ان کی کوئی غلطی بتائے تو وہ اپنی اصلاح سے شرماتے نہیں ہیں، فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں، صحیح بات کو بلا چوں چرا قبول کر لیتے ہیں۔

ایک غلط فہمی یہ ہے کہ بعض لوگ مداہنت (مکھن لگانے) کو تواضع سمجھتے ہیں، مداہنت ایک بری صفت ہے جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(ہ) جذبۂ خدمت: جس معلم میں جذبہ ٔخدمت نہیں ہوتا تو اکثر ادارہ کے ذمہ دار اس سے نالاں رہتے ہیں، وہ یوں سوچتا ہے کہ میرا کام تو صرف پڑھانا ہے اور پڑھانے کی تنخواہ ملتی ہے میں کیوں پنکھے بند کروں، جھاڑو میں کیوں لگاؤں اور چٹائی یا ٹاٹ پٹی کیوں بچھاؤں، کیا میں چپراسی ہوں؟ تو یہ جذبۂ عجب ہے، **معلم کو اپنے اندر خدمت کا جذبہ پیدا** کرنا چاہئے۔ **سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ** (قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے) کسی شاعر نے خوب کہا:

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

(و) جذبہ ایثار: معلم کو چاہئے کہ اپنے اندر جذبۂ ایثار کو جگائے، اپنی ضرورتوں اور تقاضوں کو دبا کر ادارے کے تقاضوں کو پورا کرنا ایثار ہے، ورنہ خودغرضی ہے۔ خودغرضی سے پرہیز کرے، قرآن پاک میں ایثار کرنے والے مسلمانوں کی تعریف آئی ہے۔

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَةٌ۔ الاٰیة [سورۃ حشر: ۹]

ترجمہ: وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے ان پر خود فاقہ اور قلاشی ہو۔

(۴) وضع قطع:

پھر یوں ہوا کہ کسی نے بٹھایا نہ پاس میں دھبّے لگے ہوئے تھے ہمارے لباس میں

معلم کو اپنی وضع قطع کا خیال رکھنا چاہئے، آئینہ کے سامنے صرف اپنے بالوں کو ہی نہیں سدھارنا چاہئے، بلکہ اپنے کپڑے وغیرہ کو بھی سنوارنا چاہیے تاکہ وہ باسلیقہ نظر آئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک خاص عمدہ لباس تھا جب باہر سے وفود آتے تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیبِ تن فرما کر ان سے ملاقات کرتے۔

عَنْ عُرْوَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَہٗ ثَوْبٌ اَخْضَرُ یَلْبَسُہٗ لِلْوُفُوْدِ۔ [ابن سعد کما فی سبل الھدی ۷/ ۳۱۲]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہرے رنگ کا لباس تھا۔ وفود کے استقبال کے لیے اسے زیب تن فرماتے تھے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّٰى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : اِذَا قَدِمَ عَلَيْهِ الْوَفْدُ لَبِسَ اَحْسَنَ ثِيَابِهٖ وَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ بِذٰلِكَ فَرَاَيْتُهٗ وَ قَدْ قَدِمَ عَلَيْهِ وَفْدُ كِنْدَةَ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ يَمَانِيَةٌ وَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ مِثْلَهٗ۔ [سبل الھدی والرشاد۶/۲۵۹]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی وفد آتا تو آپ ﷺ بہترین لباس پہنتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے، چنانچہ قبیلہ کندہ کا جب وفد آیا تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے بدن مبارک پر یمنی لباس تھا اور اسی جیسا لباس حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی پہن رکھا ہے۔

دینی ادارہ کے معلم کی حیثیت سے اس بات کا بھی اہتمام چاہئے کہ شرعی لباس زیب تن کرے، لباس سادہ ہو بہت رنگین لباس سے پرہیز کرے، اور چہرہ مہرہ سنت کے مطابق بنائے، داڑھی ایک مشت سے کم نہ تراشے۔

کامیاب استاذ بننے کے کچھ اصول

ایک معلم اسی وقت کامیاب ترین استاد بن سکتا ہے جبکہ وہ چاق وچوبند ہو، خوش مزاج ہو، اس کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھے۔

(۱) نفسیاتی مطالعہ:

علم نفسیات کو بروئے کار لائے اور اپنا، طلباء اور اپنے اردگرد رہنے والوں اور اطراف کے ماحول کا گہرا مطالعہ کرتا رہے۔ اور اپنی نفسیاتی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ ہر طالب علم کی نفسیات کو سمجھ کر اس سے برتاؤ کرے۔

(۲) سستی اور کاہلی:

بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے
بے کاوشِ جاں علم وہنر کس کو ملا ہے

سستی اور کاہلی ایک طرح کی نفسیاتی بیماری ہے جو کام میں حارج ہوتی ہے۔ جو باصلاحیت انسان کو بے کار کرکے رکھ دیتی ہے۔ بعض لوگ بڑی عبقری اور قائدانہ صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں۔لیکن سستی اور کاہلی کی نفسیاتی بیماری کی وجہ سے ذرہ بے مایہ ہوکر گمنامی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہر کام میں چستی اور حکمت عملی سے کام کرے۔آج کا کام کل پر نہ ٹالے۔

کال کرے سو آج کر، آج کرے سو اب
پل میں پرلے ہوئے کوؤ جانے کب

رسول اللہ ﷺ نے سستی کاہلی سے نجات حاصل کرنے کے لئے امت کو دعاء سکھائی ہے:''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وفِتْنَةِ الدَّجَّالِ'' [السنن الکبریٰ للنسائی:۷/ ۲۰۴]

ترجمہ: اے اللہ! معذوری، سستی، بزدلی، کنجوسی، ضعیفی، عذاب قبر اور دجال کے فتنے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۳) اپنی خدمت آپ:

استاد کو طلباء سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرنا چاہئے، اپنا کام خود کرے۔ ہمارے اسلاف کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اپنی خدمت آپ کا سبق ملتا ہے، ایک واقعہ پیش ہے: علامہ ابوالاسود ؒ (علم نحو کے سب سے پہلے مرتب) اپنا کام خود کرنے کے اتنے عادی تھے کہ اخیر عمر میں فالج زدہ ہونے کے باوجود مفلوج پاؤں کو گھسیٹتے ہوئے بازار سے اپنی ضروریات کو خرید لاتے حال آں کہ اس زمانہ میں ان کے سیکڑوں شاگرد تھے۔

طلباء کی تربیت کے لئے خدمت کا کام لینا مقصود ہو تو اس میں چار باتوں کا خیال رکھنا چاہئے، (۱) ایسا کام نہ لے جو وہ پورا نہ کرسکے، اور اس کے لئے بوجھ ہو۔ (۲) کام لینے کے بعد اس کی تلافی کے طور پر کچھ انعام دے دے۔ (۳) امرد طلباء سے تنہائی میں کوئی کام لینے سے احتراز کرے۔ (۴) ایسے طلباء سے کوئی بدنی خدمت لینے سے بھی پرہیز کرے۔

④ مایوسی:

مایوسی ایک نفسیاتی بیماری ہے، قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ [سورۂ زمر: ۵۳]

(ترجمہ:) کہہ دو کہ ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

مایوسی تو اسلام میں کفر ہے۔ ایک ماہر استاذ کبھی کسی طالب علم سے اکتاتا نہیں یا اس کی تعلیم وتربیت سے مایوس نہیں ہوتا، بلکہ ایسے مستی خور طلبہ جو پڑھائی سے منہ چراتے ہیں ان کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کرتا ہے۔ ایک بچہ پڑھائی میں ذرا بھی جی نہیں لگاتا تھا، بہت سے استاذ اس کی کند ذہنی سے تھک کر مایوس ہو چکے تھے۔ اس کے پڑھے لکھے والدین بھی استاذ بدلتے بدلتے پریشان تھے کہ کیا ان کا بیٹا ان پڑھ ہی رہے گا؟ آخر وہ بچہ ایک ایسے استاذ کے ہاتھ چڑھا جو بچوں کی نفسیات سے خوب واقف تھا۔ اس نے دو تین روز تک اس بچے سے دوستانہ انداز میں خوب باتیں کیں، گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ بچہ کو کبوتر بازی کا بڑا شوق ہے۔ استاذ نے تیس کبوتر خریدے اور ان کے لئے الگ الگ دربے بنوائے۔ پھر بچے سے کہا کہ ہم ان کبوتروں کا نام رکھ دیتے ہیں ایک سے تیس تک گنتیوں سے ان کے نام رکھ دئے۔ چند دنوں میں بچے کو تیس تک گنتی یاد ہوگئی، پھر چند ہفتوں کے بعد استاد نے اس بچہ سے کہا کہ چلو اب ہم کبوتروں کے نام بدل دیں چنانچہ تمام کبوتروں کا نام حروف تہجی پر رکھ دیا۔ بچے کو چند روز میں حروف تہجی بھی یاد ہو گئے۔

ایک ماہر استاذ کسی طالب علم سے پریشان نہیں ہوتا، نہ ہی کسی سے بد دل ہوتا ہے۔ بلکہ طلباء کی کمزوریوں سے ہونے والی کبیدہ خاطری سے اپنے سینہ کو پاک رکھتا ہے، اور زبان حال سے یوں کہتا ہے:

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن   کفر است در طریقۂ ما کینہ داشتن

(ہمارا قانون یہ ہے کہ آئینہ کی طرح سینہ رکھا جائے، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ کینہ رکھنا کفر ہے)

۵ نظام الاوقات (Time Table):

اپنے پورے چوبیس گھنٹے کا نظام الاوقات بنائے، اور اسی کے مطابق روز مرہ کے امور کو وقت کی پابندی کے ساتھ انجام دے۔ یہ نظام الاوقات ایسی جگہ آویزاں کرے جہاں بار بار نظر پڑتی ہو تاکہ یاد دہانی ہوتی رہے۔اس نظام الاوقات کو اس ترتیب پر مرتب کرے کہ ایک ایک منٹ کا استعمال ہو۔نظام الاوقات سے انسان بہت سے کام کی ذمہ داری اوڑھ سکتا ہے۔

۶ منصوبۂ درس (Planning of Lession):

درس سے پہلے درس کی تیاری کو منصوبۂ درس کہتے ہیں۔منصوبۂ درس سے استاد میں خود اعتمادی پیدا ہوتی۔اور استاد بچوں کو سبق با آسانی سمجھا سکتا ہے۔مقدار خواندگی کے مطابق نصاب بھی مکمل ہو جاتا ہے۔

۷ ورزش (Excersice):

خود کو چست رکھنے کے لئے ایک معلم کو ہلکی پھلکی ورزش کرنا چاہئے۔ عام طور سے مدارس کا کام زیادہ تر بیٹھ کر ہوتا ہے۔بدنی محنت کم اور دماغی محنت زیادہ کرنا ہوتا ہے۔اس لئے پیٹ کے امراض جیسے قبض، کثرت ریاح، ڈاہی برنا، وغیرہ بیماری لگ جاتی ہے۔اس لئے ورزش کے ذریعہ ایسی بیماریوں سے بچا جا سکتا ہے۔

سبق۔ ۴

احساسِ برتری وکمتری وکہتری اوراحساسِ برابری

آج کے سائنسی تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حیوانات کے علاوہ نباتات میں بھی احساس ہوتا ہے، جیسے چھوئی موئی کے پودے کو ہاتھ لگانے سے تھوڑی دیر کے لئے مرجھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جس طرح حیوانات اور نباتات میں احساس ہوتا ہے اسی طرح جمادات میں بھی احساس کا عنصر پایا جاتا ہے، جیسے حضور ﷺ کی مسجد میں کھجور کے سوکھے درخت کے تنے کا حضور ﷺ کی جدائی سے رونا۔

[مسند عبد بن حمید: ۸۷۳]

ابوجہل کے ہاتھ کی کنکریوں کا کلمہ شہادت پڑھنا، اور پتھروں کا حضور ﷺ کو سلام کرنا۔ بہرحال یہ احساسات کی دنیا ہے، اس میں اگر بچوں کے احساس سے بے اعتنائی برتی جائے تو کتنا بڑا ظلم ہے۔ اس لئے اس سبق میں ہم بچوں کے اندر پیدا ہونے والے احساس کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) احساسِ برتری (Superiorty Complex):

احساسِ برتری اس احساس کو کہتے ہیں جو غیر شعوری طور پر بچے میں پنپتا ہے، پھر وہ بچہ خود کو دوسرے بچوں سے بہتر اور اعلیٰ تصور کرتا ہے، ان سے اختلاط کو عیب سمجھتا ہے، یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ لیکن احساس کمتری سے کم نقصاندہ ہے۔

(۲) احساسِ کمتری (Inferiority Complex):

احساسِ کمتری اس احساس کو کہتے ہیں جو غیر شعوری طور پر بچے میں پیدا ہوتا ہے، اس کی وجہ سے بچہ اپنے کو دوسرے بچوں سے کم تر سمجھتا ہے۔ ایسا بچہ کبھی آگے ترقی کرنے کے بارے میں نہیں سوچتا۔ عام طور پر احساس کمتری کی یہ نفسیاتی بیماری ان بچوں میں پیدا

ہوتی جن کو ان کی غلطی پر، یا کام نہ کر سکنے پر، کام بگڑ جانے پر بہت ٹو کا اور مارا جاتا ہے، اس کو ایسے لقب وغیرہ سے پکارا جاتا ہے جس لقب میں کمی کا اظہار ہوتا ہے، جیسے بزدل، بیوقوف، کام چور، پھوہڑ وغیرہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم رہا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی میری غلطی پر نہ ڈانٹا، نہ مارا اور کبھی یہ نہیں فرمایا: ''ایسا کیوں نہیں کیا؟'' [مسلم رقم:۶۱۵۱]

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کی نفسیات پر مہارت کا ثبوت ملتا ہے۔ بعض مرتبہ ان طالب علموں میں بھی یہ کمتری کا احساس پیدا ہوتا ہے جن کے گھر کا ماحول انگریزی بولنے کا نہیں ہوتا اور وہ انگریزی میڈیم اسکول میں پڑھتے ہیں، چونکہ انگریزی بلا تکلف سمجھنے اور بولنے کی عادت نہیں ہوتی، اس لئے سبق سمجھ میں نہیں آتا اور وہ خود کو کند ذہن سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ احساس لڑکیوں میں جلدی پیدا ہوتا ہے۔ یہ نفسیاتی بیماری احساس برتری سے زیادہ نقصاندہ ہے، لیکن احساس کہتری سے کم سنگین ہے۔

③ احساسِ کہتری (Coarsety Complex):

احساسِ کہتری اس احساس کو کہتے ہیں جو غیر شعوری طور پر بچے میں ابھرتا ہے، اس کی سوچ گھٹیا ہو جاتی ہے اور بچہ خود کو مجرم شمار کرتا ہے۔ اس کی طبیعت جرائم کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے، چوری، جھگڑا، لڑائی، دوسروں کا مذاق اڑانا اور لڑکیوں کو چھیڑنا۔ ایسا بچہ اپنے استاد کو یا اپنے ماں باپ کو اپنا خیر خواہ کے بجائے دشمن سمجھتا ہے۔ یہ نفسیاتی بیماری اکثر بری صحبت سے پیدا ہوتی ہے، یا بچہ کی خواہشات کو دبانے اور ہر وقت مارنے اور ڈانٹ پھٹکار کرنے سے وہ اپنے بڑوں کے مخالف سوچنا شروع کر دیتا ہے، اور اپنی ضروریات و مسائل بڑوں سے حل کرانے کے بجائے خود حل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی لئے ضرورت پڑنے پر پیسے چوری کرتا ہے چاہے اپنے گھر سے کرے یا کہیں اور اسے، جوا کھیل کر پیسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، بعض مرتبہ گھر سے بھاگ جاتا ہے، اسٹیشنوں پر عام طور پر جو

لاوارث بچے پائے جاتے ہیں وہ اس احساس کہتری کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی بیماری لڑکوں میں زیادہ لڑکیوں میں کم ہوتی ہے۔ یہ نفسیاتی بیماری سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اس بیماری سے ایک دوسری بیماری بھی پیدا ہوتی ہے، جس کو احساس خوف (Fear Complex) کہتے ہیں۔

④ احساس برابری (Equality Complex):

احساسِ برابری اس احساس کو کہتے ہیں جو دانستہ اور شعوری طور پر بچوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بیماری نہیں بلکہ اچھی صفت ہے، اسلامی تعلیمات میں احساس برابری پیدا کرنے کے لئے نماز دی گئی ہے، آقا و غلام ایک ہی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں،

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

شہری و دیہاتی کو جمعہ کی نماز میں ایک صف میں کھڑا کر کے برابر کر دیا، اسی طرح عید میں پورے علاقہ کو ایک ساتھ کھڑا کر دیا، اور حج میں تو اقوام عالم کو ایک ہی لباس میں ایک میدان میں جمع کر کے احساس برابری کا سبق دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔

[شعب الایمان ۷ ۵۱۳]

ترجمہ: کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی سرخ رو کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ رو پر کوئی شرف نہیں سوائے تقوی کی وجہ سے اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انہیں اپنی منزل آسمانوں میں

جب بچوں میں احساس برابری جاگتا ہے تو وہ تعلیم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح آپسی جذبۂ تنافس سے مدرسہ اور مکتب کا معیار تعلیم اونچا ہوتا۔ احساس برابری پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

① **یکساں لباس (Uniform):-** لباس کے فرق سے بچے کیا بڑے بھی نفسیاتی طور پر متاثر ہوتے ہیں جن مدرسوں میں یکساں ہم لباس کا اہتمام نہیں ہوتا وہاں کے خوش پوشاک بچوں میں احساسِ برتری اور معمولی پوشاک پہنے والے بچوں میں احساسِ کمتری جلد پیدا ہوتی ہے، بچوں میں اس احساس برابری کو پیدا کرنے کے لئے مدرسہ اور مکتب میں ہم لباس (Uniform) کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

② **معلم کی توجہ (Teacher's Concentration):-** اگر استاد کی چند ذہین بچوں کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے، تو دوسرے بچے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے معلم کو چاہئے کہ کسی ایک یا دو بچے کی طرف اپنے میلان کا اظہار ذرا بھی نہ ہو بلکہ تمام بچوں پر یکساں نگاہ رکھے اور ہر ایک پر برابر توجہ رکھے۔

③ **برے القاب (Bad Titles):-** بعض اساتذہ کچھ بچوں کو گھٹیا القاب سے پکارتے ہیں، جیسے بدھو، بیوقوف، نالائق، وغیرہ اس طرح کے القاب سے بچوں میں احساس کمتری پیدا ہوتی ہے، وہ خود کو اسی لقب کے مطابق سمجھنے لگتے ہیں، اس لئے برے القاب سے پکارنے سے پرہیز کیا جائے۔ قرآن میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ** [الحجرات:۱۱] ترجمہ: برے لقب سے نہ پکارو۔

④ **عدل وانصاف (Justice):-** امتحانات میں نمبر دینے کا معاملہ ہو یا سالانہ جلسہ میں انعام وغیرہ دینا ہو، صرف چند طلباء پر نظر کرم اور التفات نہیں ہونا چاہئے، بلکہ عدل وانصاف سے کام لیتے ہوئے ہر طالب علم کو اپنی صلاحیت کو پیش کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

⑤ **حوصلہ افزائی (Encouragement):-** جس بچے میں احساسِ کمتری کا مرض موجود ہو تو اس کے علاج کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے معمولی کارنامہ کی بھی خوب

ہمت افزائی کی جائے جس کی وجہ سے اس میں حوصلہ پیدا ہوگا، اور وہ احساس کمتری سے نکلے گا۔

حوصلہ ہوتو اڑانوں میں مزا آتا ہے

اپنی ناکامی کا غم بھی چلا جاتا ہے

ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے اور لوگ رکوع میں پہنچ گئے تو وہ وہیں سے ہی نیت باندھ کر رکوع میں شامل ہو گئے پھر رکوع ہی میں آہستہ آہستہ چل کر صف میں شامل ہو گئے۔ جب نماز ختم ہوگئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا: "زَادَكَ اللهُ حِرْصًا" اللہ تمہارے اس جذبہ کو اور بڑھائے اور پھر فرمایا: "لَا تَعُدْ" اس طرح آئندہ نہ کرنا۔ [مؤطا امام محمد: ۱۵۴]

اس حدیث سے ہمیں یہ اصول ملتے ہیں کہ ① طلباء کی غلطی پر فوراً تنبیہ نہ کی جائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ نہیں کی، ② بلکہ پہلے کام کرنے پر حوصلہ افزائی کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دعائیہ جملہ میں حوصلہ افزائی فرمائی پھر بعد میں ③ غلطی کی اصلاح کی جائے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی، اور اصلاح میں یہ نہیں فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا۔

[مثالی استاد: ۳۶۴]

نہ مارو تم نہ دھمکا کے سزا دو

تم اپنے چھوٹوں کو حوصلہ دو

سبق-۵: توجہ

تعریف: توجہ ایک دماغی فعل ہے، کسی چیز پر شعور کو مرکوز کرنے کو توجہ کہتے ہیں۔

توجہ کرنے میں تین عوامل ہوتے ہیں، ① احساس یا ادراک ② معلومات ③ ارادہ

① **احساس یا ادراک:-** انسان کو پہلے کسی چیز کا احساس یا ادراک ہوتا ہے، جیسے اس کو یہ احساس ہو کہ اس کے پیچھے کوئی آیا،

② **معلومات:-** پھر وہ معلوم کرتا ہے کون ہے؟، اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اجنبی یا عام آدمی ہے، تو اپنے شعور کو بروئے کار نہیں لاتا،

③ **ارادہ:-** اور اگر معلوم ہو جائے کہ دوست یا کوئی خاص آدمی ہے تو اس کی طرف اپنے شعور کو مرکوز کرنے کا ارادہ کرتا، یہی تین چیزیں مل کر ''توجہ'' کہلاتی ہیں۔

توجہ کی اقسام:

توجہ کی دو قسمیں: ① معمولی توجہ، ② غیر معمولی توجہ

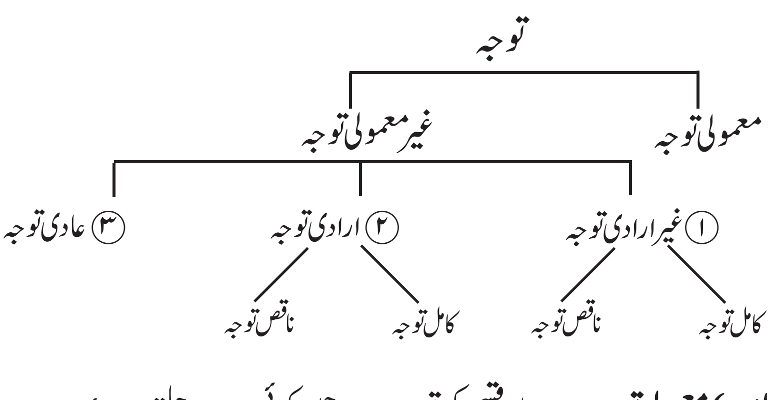

(الف) معمولی توجہ:- یہ عام قسم کی توجہ ہے، جیسے کوئی راستہ چلتے ہوئے، دوسرے آدمیوں کو دیکھتا ہے، اور پھر تھوڑی دیر میں اسے بھول جاتا ہے۔ بہت چھوٹے بچوں میں یہی توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ اگر انھیں اس توجہ کے بجائے خاص توجہ کے کاموں میں لگایا

جائے تو ذہنیت پر بُرا اثر پڑتا ہے، چنانچہ بہت چھوٹی عمر سے بچوں پر پڑھائی کا بوجھ ڈالنا ان کی طبیعت کے خلاف ہے، اسی لئے مدرسوں یا مکتبوں میں داخلہ عام طور پر پانچ سال کی عمر کے بعد ہوتا ہے۔ حدیث میں تو ادب سکھانے کی عمر سات سال بتائی گئی ہے۔ حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب نے ان کا مدرسہ میں داخلہ پانچ یا چھ سال کی عمر میں نہیں کرایا، تو حضرت شیخ کی دادی ان کے والد سے کہتیں کہ "ارے یحییٰ! زکریا اتنا بڑا ہو چکا ہے آخر اس کو پڑھنے کب بٹھاؤ گے؟" حضرت شیخ کے والد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے کہ "جب پڑھنا شروع کرے گا تو خوب پڑھے گا"۔ سات سال کی عمر میں حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم شروع ہوئی، آج کے اس دور میں کونوینٹ اور مونٹسری اسکولوں میں تین ہی سال میں بچہ کو داخل کرنا فیشن اور فخر بن گیا، حالانکہ یہ فطرت کے خلاف ہے، بچوں کی آزادی چھن جاتی ہے اور وہ بچپن ہی سے اس کا ذہن غلامی کا بن جاتا ہے۔ قائدانہ صلاحیت دب جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات سال کے بچے کو نماز کا حکم کرو۔" علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز کا حکم نماز سکھانے کے بعد ہوگا۔ اس لیے سات سال سے قبل بچوں کو نماز سکھانا ہے یعنی پانچ چھ سال کی عمر میں تعلیم شروع کر دینا چاہیے۔

(ب) غیر معمولی توجہ: - یہ خاص قسم کی توجہ ہے، ایک شخص راستہ چلتے ہوئے حادثہ دیکھتا ہے تو وہ اس کو خاص توجہ سے دیکھتا ہے اور وہ واقعہ اس کے دماغ پر چھا جاتا ہے۔ دن بھر اس کا منظر اس کے خیال میں گھومتا رہتا ہے، بلکہ وہ واقعہ سال ہا سال یاد رہتا ہے۔ اس کا تذکرہ دوسروں سے کرتا ہے۔ غیر معمولی توجہ تین طرح کی ہوتی ہے۔

① غیر ارادی توجہ ② ارادی توجہ ③ عادی توجہ

① **غیر ارادی توجہ:** - یہ توجہ خارجی عناصر کی وجہ سے انسان میں پیدا ہوتی ہے، اس میں

انسان کے ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے اچانک حادثہ کی طرف متوجہ ہونا، یا بچوں کا اچانک کسی رنگین اور دلچسپ کھلونوں کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہونا۔عورتوں کا دیدہ زیب لباس دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوجانا۔ یہ توجہ بچوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

ماہر استاد بچوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے کچھ دلچسپ قسم کی چیز یا تصویر دکھا کر تعلیم دیتا ہے، جیسے جغرافیہ میں نقشہ کا استعمال، تختۂ درس پر کچھ تحریر کرنا وغیرہ۔ایک استاد اگر کوئی مضمون پڑھاتے ہوئے تختۂ درس کا استعمال کرتا ہے تو طلباء کی توجہ کو اپنی طرف آسانی سے مبذول کر لیتا ہے۔

(۲) **ارادی توجہ:-** یہ توجہ اندرونی طبیعت کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہے۔اس میں انسان کے ارادہ کا دخل ہوتا ہے۔مطالعہ کرنے کے لئے کتاب تلاش کرنا، یا غیر ارادی توجہ سے کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کا عنوان دیکھا تو کتاب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، اب وہ ارادی توجہ کو بروئے کار لا کر کتاب اٹھاتا ہے اور مطالعہ کرتا ہے، اس کا یہ مطالعہ ارادی توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ توجہ چھوٹے بچوں میں کم اور بڑوں میں زیادہ ہوتی ہے۔اعلی تعلیم کے لئے اس ارادی توجہ کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔

(۳) **عادی توجہ:-** یہ خاص کام کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان ارادی توجہ کو کسی ایک کام کے لئے مستقل بروئے کار لاتا ہے، تو آہستہ آہستہ اس کے دماغ میں یہ توجہ جنم لیتی ہے۔اور وہ ہر وقت اس کام کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ چاہے وہ سفر میں ہو، گھر پر ہو، کھانا کھا رہا ہو، بازار میں خرید فروخت کر رہا ہو، اس کے دماغ کا ایک حصہ اسی کام کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی کو عادی توجہ کہتے ہیں۔ جیسے : ڈرائیور شروع میں سیکھتے وقت کار چلانے کے لئے ارادی توجہ کو بروئے کار لاتا ہے۔لیکن بعد میں کار چلانے کے لئے عادی توجہ کا استعمال کرتا ہے۔جس وقت کار چلاتا ہے تو ساتھ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے یا موبائل پر اپنے اہل خانہ یا دوست سے بات کرتا ہے، ساتھ ہی بریک لگانے کے

وقت بریک پر اس کا پیر چلا جاتا ہے، اسی طرح ضرورت پر گیر بدلتا ہے۔ یہ سب عادی توجہ سے کرتا ہے۔

غیر معمولی توجہ جو عادت میں آ گئی ہو اس کو عادی توجہ کہتے ہیں، محقق، شاعر، مصنف، ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ اپنی عادی توجہ کو بروئے کار لاتے ہیں۔

تختۂ درس:

طالب علم کی کامل توجہ پیدا کرنے کے لئے درس گاہوں میں تختۂ درس کا استعمال ہوتا ہے، جب استاد تختۂ درس پر کچھ لکھنے لگتا ہے تو بچوں میں تجسس پیدا ہوتا ہے کہ کیا لکھا جائے گا؟ اس طرح طالب علم اپنی توجہ تختہ درس پر مرکوز کر دیتا ہے، اس لئے تختۂ درس پر لکھ کر پڑھانے سے بچے سبق کو آسانی سے سمجھ لیتے اور یاد کر لیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سمجھانے کے لئے تختۂ درس کے طور پر زمین کو استعمال فرمایا

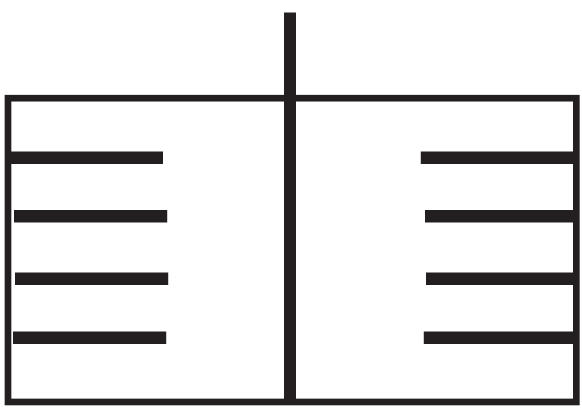

اور اس طرح ایک شکل بنا کر موت اور حوادث کو سمجھایا اور انسان کی امید کو اس کے آگے تک ہونے کو سمجھایا۔ ایک ماہر استاد تعلیم کے لئے تختۂ درس کا استعمال خوب کرتا ہے۔

سبق-٦

ڈانٹ پھٹکار، مار پیٹ کے نقصانات

استاذ کا اپنے نفس پر قابو پانا : حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے انسان کی تربیت کے لئے مبعوث فرمایا۔اور فرمایا: **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ** [سورۂ آلِ عمران: ۱۵۹]

ترجمہ: اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان لوگوں کے لئے نرم دل ہیں اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس جمع نہ ہوتے ۔لہٰذا ان کو معاف کرو۔

اس آیت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ تعلیم و تربیت میں سخت کلامی یا ڈانٹ پھٹکار کو اختیار کرنے سے طالبین دور ہو جاتے ہیں۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوْكَهٗ ظُلْمًا أُقِيْدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

[الترغیب وللترھیب : ۳۴۴۱]

ترجمہ: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے ناحق اپنے ماتحت کو مارا تو اس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن قید کیا جائے گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوْكَهٗ سَوْطًا ظُلْمًا اُقْتُصَّ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

[معجم الکبیر الطبرانی رقم: ۴۰۳]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو اپنے ماتحت کو ایک کوڑا بھی ظلم سے مارے گا قیامت کے روز اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک علاقہ کے گورنر حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا: اِیَّاكَ وَالْغَضَبَ وَالْقَلَقَ وَالضَّجَرَ۔ [بدائع الصنائع ۷/ ۹]

ترجمہ: دیکھو! غصہ گرمی سے، بے چینی اکتاہٹ اور ڈانٹ پھٹکار سے بچنا۔

جس طرح ایک حاکم کے لئے ضروری ہے کہ غصہ، جھنجھلاہٹ اور ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرے، اسی طرح ایک استاد کو بھی چاہئے کہ غصہ، جھنجھلاہٹ اور ڈانٹ ڈپٹ سے پرہیز کرے اس لئے کہ طلباء ایک طرح سے محکوم ہیں اور وہ حاکم ہے۔

تعمیر شخصیت:

جس طرح بچوں کی صلاحیت کی تعمیر کم عمری میں کی جاتی ہے، اسی طرح اس کی نفسیات کی تعمیر بھی کم عمری میں ہوتی ہے۔ یہاں نفسیات کی تعمیر کے چند اصول پیش کئے گئے ہیں، جو ایک شخصیت کے کردار کو بنانے کے زریں اصول ہیں۔

(۱) جس بچے کی ہر وقت حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اس میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

غیر جو چاہتے ہیں سزا دیتے ہیں
آپ تو اپنے ہیں حوصلہ دیتے ہیں

(۲) جس بچے سے شفقت کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ فرماں بردار بن جاتا ہے۔

(۳) جس بچے سے سچائی کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ انصاف پسند ہو جاتا ہے۔

(۴) جس بچے کو تنبیہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا جاتا ہے وہ متقی بن جاتا ہے۔

(۵) جس بچے کی ہمیشہ مار پیٹ کی جاتی ہے وہ باغی ہو جاتا ہے۔

(۶) جس بچے کی مانگ اصرار کرنے اور رونے کے بعد پوری کی جاتی ہے وہ ضدی ہو جاتا ہے۔

(۷) جس بچے پر بھروسہ نہیں کیا جاتا وہ دھوکہ باز بن جاتا ہے۔

(۸) جس بچے پر شفقت نہیں کی جاتی وہ مجرم بن جاتا ہے۔

(۹) جس بچے کا ہر وقت مذاق اڑایا جاتا ہے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۱۰) جس بچے پر ہر وقت تنقید کی جاتی ہے وہ نافرمان ہو جاتا ہے۔

(۱۱) جس بچے کو موہوم چیزوں سے ڈرایا جاتا ہے وہ بزدل ہو جاتا ہے۔

(۱۲) جس بچے پر ہر وقت غصہ اور ڈانٹ پھٹکار کی جاتی ہے وہ لڑاکو بن جاتا ہے۔

(۱۳) جس بچے پر ہر وقت غصہ اور ڈانٹ پھٹکار کی جاتی ہے اس کے ذہن میں تشنج (ٹینشن Tension) پیدا ہوتا ہے، جو اس کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ کا عادی بناتا ہے۔

(۱۴) بچے کو مار پیٹ کرنے والے مربی سے انسیت کے بجائے بُعد پیدا ہوتا ہے۔

(۱۵) بعض اساتذہ مار پیٹ کرنے میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں، جس سے طلباء کو جسمانی نقصان پہونچتا ہے۔ بسا اوقات ایسا استاد شریعت میں ظالم قرار پاتا ہے، لیکن وہ مار پیٹ کو اپنا حق اور ثواب کا حقدار سمجھتا ہے۔

پڑھتا ہے نمازِ جنازہ میری مرا قاتل
گناہ کر کے ہوتا ہے ثواب میں داخل

(۱۶) مار پیٹ کی وجہ سے بعض طلباء تعلیم ترک کر دیتے ہیں، یا ان کے والدین ہی مار پیٹ کی وجہ سے تعلیم ترک کروا دیتے ہیں۔

(۱۷) بعض مرتبہ مار پیٹ کی وجہ سے بچے گھر سے بھاگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ برے لوگوں کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں، اور ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہے، اسٹیشنوں پر اکثر ایسے بچے ملتے ہیں۔

حلم اور علم

علم کے حصول کے لئے جس طرح حلم (بردباری) کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح علم کی اشاعت کے لئے بھی حلم کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ علم کی اشاعت کرنے والے کو حلم کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ ہمارے بزرگوں کے حلم کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔نمونہ کے طور یہ واقعہ پیش ہے۔

خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ تھے ایک نوجوان نے آکر ایک سوال کیا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا جواب معلوم نہ تھا انھوں نے فرمایا: لَا اَدْرِیْ؟ (مجھے معلوم نہیں؟) وہ نوجوان بڑا برہم ہوا اور اس نے کہا کہ ملک کے قاضی القضاۃ بنے بیٹھے ہو، حکومت کی آمدنی کا آدھا حصہ برابر تنخواہ اٹھاتے ہو، اتنا کم علم رکھتے ہو، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر بہت سکون سے جواب دیا کہ یہ تو میرے تھوڑے سے علم کی تنخواہ ہے، اگر مجھے میری جہالت کی تنخواہ دی جاتی تو حکومت کا سارا خزانہ ختم ہوجاتا پھر بھی کم پڑتا، وہ نوجوان بھی مسکرانے لگا۔

ایک مشفق استاد اپنے طلباء سے کچھ کام لینا چاہتا ہے تو پہلے ان کی ہمت افزائی اور تعریف کرتا ہے اور پھر کام کہتا ہے تو طلباء بھی اس کام کو خوشی سے کرتے ہیں۔

یہی طفلان مکتب ہیں جن سے وابستہ ہے مستقبل
انھیں ذروں کو چمکا کر شب میں مہتاب کرنا ہے